# اذانِ عثمانی کی مشروعیت

جمع وترتیب: محمد زکریا خان

**ادارتی نوٹ:** خلفائے راشدین کے جاری کردہ امور کو 'بدعت' کے کھاتے میں ڈالنا 'اتباعِ قرآن و حدیث' کے نام پر تھوڑا آگے چل کر ''رافضی مواقف'' کے ساتھ جڑ جاتا ہے؛ کیونکہ خلفائے راشدین کے اقدامات کو دین کی سند سے محروم کرنا اصل میں رافضی ایجنڈا ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ مضمون کچھ دور رس مقاصد کی خاطر ہے۔

جیسا کہ ابن تیمیہؒ کی منہاج السنۃ میں بھی اشارہ ملتا ہے: یہ حضرات عمرؓ کی جاری کردہ جماعتِ تراویح یا عثمانؓ کی جاری کردہ اذانِ جمعہ کو 'دین میں نیا کام' کہنے میں تردد نہیں کریں گے۔ لیکن ایک ہی شہر میں ہر چند قدم پر یہ لوگ جو 'جمعے' پڑھا رہے ہوتے ہیں بلکہ چھوٹے قصبے میں بیس بیس جگہ 'عیدیں' منعقد ہوتی ہیں اس کو یہ حضرات ''دین میں نیا کام'' نہیں کہیں گے، حالانکہ اللہ کے رسولؐ کے دور میں پورے مدینہ اور اس کے گردونواح تک کے لوگوں کے لیے صرف ایک ''جمعہ'' ہوتا تھا!

قرونِ سلف میں غالب و معروف دینی اعمال کا دفاع کئی پہلوؤں سے آج کا ایک بہت بڑا محاذ ہے... اور ایقاظ کے مرکزی ترین موضوعات میں سے ایک موضوع۔

اہل بدعت خصوصاً شیعہ، حضرت عثمان بن عفانؓ پر طعن کرتے رہتے ہیں۔ یہ مصیبت بھی کم نہیں ہے، لیکن اہل سنت میں سے بعض علم سے منسوب حضرات یہی کام پیروی رسول یا پیروی اہل بیت کے خود ساختہ اصول پر کرلیتے ہیں!

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام میں مختلف آراء کا پایا جانا ایک فطری عمل تھا۔ بہت سے اہم امور پر متعدد آراء سامنے آتی تھیں۔ کبھی تو صحابہ کرام مختلف آراء پر تبادلہ خیال کرنے کے بعد متفقہ طور پر کسی نتیجے پر پہنچ جاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق کو اجماع امت کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا اجماع شریعت اسلامیہ کے بنیادی ماخذ میں سے ایک بنیادی ترین ماخذ ہے۔ یا صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے ہاں ایک امر راجح ہوتا اور دوسرے کے ہاں کوئی اور امر راجح ہوتا۔ ہر دو صورت میں صحابہ کرامؓ کتاب و سنت کی اتباع سے خارج نہیں کہلائیں

گے۔ جہاں ان کے درمیان اتفاق ہو گیا تو وہ ویسے ہی شریعت کا ایک بنیادی ماخذ ٹھہرا۔ جہاں صحابہ کے درمیان ایک سے زیادہ باتوں کا چلن ہوا تو وہ بھی ہر فریق نے نصوص شریعت سے ہی اخذ کر رکھا ہوتا تھا۔

صحابہ کرامؓ شریعت میں اضافے، کمی یا تبدیلی (بدعت) کا سختی سے نوٹس لینے والے تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ذوالنورین نے اپنے عہد خلافت میں جمعہ کی نماز کے لیے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا تاکہ لوگ دوسری اذان سے پہلے اپنے کام کاج چھوڑ چھاڑ جمعہ کی بروقت ادائیگی پر مستعد ہو جائیں۔ علمی ماخذ میں اذان عثمانی کو تیسری اذان یا پہلی اذان کہا جاتا ہے۔ تیسری اذان اس وجہ سے کہ اقامت کو بھی اہل علم اذان کہہ دیا کرتے تھے۔ اور پہلی اذان اس مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ اذان مدینہ منورہ کے گوشوں میں زوال شمس کے فوراً بعد دی جاتی تھی۔ دوسری اذان خطیب کے ممبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ اور جب اقامت پڑھی جاتی تو اقامت کو اذان کہہ دیا جاتا تھا۔

آپ کے اس عظیم اجتہاد پر کسی ایک صحابی کا بھی اعتراض کہ اذان عثمانی بدعت ہے، تاریخ نے مستند ذریعے سے محفوظ نہیں کیا ہے۔ علاوہ ازیں اذان مسلم سوسائٹی میں ایک نمایاں ترین شعار ہے۔ روزانہ پانچ وقت مسلمانوں کے ہر محلے اور شہر میں بلند ترین آواز سے جو نغمہ گونجتا ہے وہ اذان ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایسے نمایاں ترین شعار میں کوئی تبدیلی لائے اور پھر اس پر صحابہ کرام ہنگامہ کھڑا نہ کریں۔ یہ ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ آپ تمام صحابہ کرام کو اس بات پر آمادہ کر لیتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مد میں اگر ایک رسی بھی ادا نہ کی گئی تو ہم اس کے خلاف جنگ کریں گے۔ حضرت عثمان کی اذان کا صحابہ کے درمیان مقبول ہونا دراصل اذان عثمانی کے مشروع ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔ صحابہ کرام میں سے اس پر ایک اعتراض بھی نہیں ہے۔

'مصنف ابن ابی شیبہ' میں ایک اثر حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہوا ہے۔ آپؓ سے یہ الفاظ منقول ہوئے ہیں: الأَذانُ الأَوَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدْعَةٌ 'جمعہ کے روز پہلی اذان بدعت ہے۔ ابن عمرؓ کے اِس اثر پر ہم آگے بات کریں گے۔

اصول اہل سنت والجماعت میں سے ایک متفقہ اصول یہ ہے کہ جس چیز پر اصحاب رسول پائے گئے اُسے مضبوطی سے تھام کر رکھنا ہے۔ اس لیے کہ: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا}
(النساء:115) 'اور جو بعد اس کے کہ ہدایت اُس پر کھل گئی ہو وہ پھر بھی رسول کی مخالفت پر ہی تُل گیا ہو، اور پیروی کرنے نکل پڑا ہو اُس راستے کی جو مومن مسلمانوں کا راستہ نہ ہو، تو ہم اُسے پھیر دیں گے اُس طرف جدھر کو وہ جانا چاہتا ہے، اور ہم پہنچا کر رہیں گے اسے جہنم میں۔ اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔'

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ 'ولم يستوعب الحق إلا من اتبع المهاجرين والأنصار: 'کوئی شخص بھی حق کا احاطہ اُس وقت نہیں کر سکتا جب تک وہ صحابہ کرام، مہاجرین وانصار کی مکمل پیروی اختیار نہیں کرتا'۔

اذان عثمانی کی مشروعیت شریعت کے متعدد اصولوں سے ثابت ہوتی ہے۔

از روئے کتاب: سورت نساء 115 کی آیت جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں سبیل مومنین کی پیروی نہ کرنے والے کے بارے میں سخت وعید بیان ہوئی ہے۔

## از روئے اجماع:

امام منذرؒ اپنی کتاب 'اوسط' میں لکھتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان جاری فرمائی۔ (وجہ اس کی یہ ہوئی) کہ لوگ بہت بڑھ گئے تھے۔ یہ تعداد کے لحاظ سے تیسری اذان زوال شمس کی بعد کہی جاتی۔ مہاجرین و انصار صحابہ کے بیچ یہ عمل ہوا۔ ہمارے علم میں کسی ایک صحابی کا بھی اذان عثمانی پر اعتراض سامنے نہیں آیا۔ پھر پوری امت اس طریقے پر چل پڑی تادم تحریر۔ (الاوسط ص63 جلد4)

از روئے سنت: نبی علیہ السلام نے فرمایا: 'علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی' (تم پر لازم ہے کہ میرے بعد میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔')

مذکورہ حدیث صحیح ابن حبان، ابو داؤد، ترمذی، احمد، حاکم اور بہت ساری دوسری کتب میں مذکور ہوئی ہے۔ متقدمین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ اس کے امت کے اہل علم اس حدیث کو نسل در نسل خلفاء راشدین کی اتباع پر بطور دلیل نقل کرتے رہے ہیں۔

## از روئے اہل علم :

امام بخاری کتاب جمعہ باب التأذین عند خطبہ میں لکھتے ہیں:فثبت الأمر علی ذلك 'پس یہ امر (تیسری اذان) اُس وقت سے دستور بن گیا ہے۔(حدیث نمبر889)

سعید بن مسیب فرماتے ہیں:فثبتت السنة علی ذلك 'پس سنت اُس وقت سے یہی ٹھہر گئی ہے۔ (تاریخ مدینہ مؤلفہ ابن شبہ ص960 جلد3)

امام بدر الدین العینی حنفی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ فثبت الامر سے امام بخاری کی مراد ہے دو اذانیں اور تیسری اقامت۔ جیسے کہ اب تمام مسلم ملکوں میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بعد والے پہلوں (سلف) کے متبع رہیں۔(عمدہ القاری ص214 جلد6)

اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں:فصار سنة 'پس یہ سنت ٹھہری۔' (الفتح،حافظ ابن رجب ص 220-221جلد8)

ابن قدامہ 'الکافی' میں لکھتے ہیں کہ (جمعہ کے روز)اول وقت میں پہلی اذان سنت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سنت اس لیے ٹھہری ہے کہ حضرت عثمان نے اس کا آغاز کیا اور ان کے بعد امت اس پر عمل کرتی چلی آرہی ہے۔(الکافی ص494 جلد1)

ابن قطان 'اقناع فی مسائل اجماع' میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے وقت تو اس طرح اذان دی جاتی کہ جب آپؐ منبر پر خطبہ کے لیے تشریف فرما ہوتے اس وقت اذان دی جاتی تھی۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے وقت بھی ان کے ممبر پر تشریف رکھتے اذان کہی جاتی۔ پھر عثمانؓ کے وقت بہت لوگ ہوئے تو ایک اذان انہوں نے بڑھا دی جو 'زوراء' میں کہی جاتی۔ پس امام کے سامنے اذان کہنے پر یہ نص ہوئی۔ اب البتہ اس پر تمام اہل علم کا عمل ہے، مسلمانوں کے شہروں میں جیسے حجاز ہے اسی طرح عراق اور دوسرے علاقے۔(ص451 جلد2)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اِس اذان کا مسنون ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اسے حضرت عثمان نے روا جانا اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہوا۔ (الفتاوی الکبری ص161 جلد1)

منہاج السنہ میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ پہلی اذان کی شروعات جو حضرت عثمان کی سنت ہے، اس پر لوگوں کا اتفاق ہوا خواہ مذاہب اربعہ ہوں یا ان کے علاوہ۔

مملکت سعودی عرب کے موقر دار الافتاء اللجنة الدائمة کا اس بابت یہ فتوی ہے۔:والأذان الأول یوم الجمعة أمر به عثمان بن عفان رضي الله عنه ، وهو ثالث الخلفاء الراشدین ، ولم

ينكر عليه أحدٌ من الصحابة رضي الله عنهم، وتبعه جماهير المسلمين على ذلك.(جمعہ کے روز پہلی اذان حضرت عثمانؓ نے جاری فرمائی۔ وہ خلفاء میں تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے اِس (اذان عثمانی پر) کسی ایک صحابی کا بھی اعتراض نہیں ہے۔ مزید براں جماہیر مسلمان اس (اذان) پر کاربند رہے ہیں۔)

معاصر علماء کرام میں سے شیخ عثیمین اذان عثمانی کی افضلیت پر فتویٰ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

الأفضل أن يكون للجمعة أذانان اقتداءً بأمير المؤمنين عثمان بن عفان رضي الله عنه؛ لأنه أحد الخلفاء الراشدين الذين أمرنا رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم باتباع سنتهم ''افضل یہ ہے کہ جمعہ کو (ایک اذان کی بجائے) دوہی اذانیں کہی جائیں تاکہ اس امر سے اقتداء ہو جائے امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ کی کیونکہ وہ خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم خلفاء راشدین کی چلائی ہوئی سنتوں کی پیروی کرتے چلے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیں یہ لنک (http://ar.islamway.net/fatwa/18553)

## شبہات

اہل سنہ کے ہاں جمعہ کی پہلی اذان کے مشروع ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اہل سنت کے ہی بعض ذہنون میں اس اذان کی مشروعیت پر شکوک وشبہات ضرور پائے جاتے ہیں جن کا ازالہ یہاں کر دینا اس غرض سے ضروری ہے کہ اہل سنت کے متفقہ مسائل پر یکسوئی پیدا کی جائے۔ نیز اہل سنت کے عوام مسلمانوں کے دلوں میں اعتماد پیدا کیا جائے کہ اُن کے علماء علمی دلیل پر ہی اپنے مسائل کی بنیاد رکھتے ہیں۔

**پہلا شبہہ:** یہ اذان نبی علیہ السلام کے زمانے میں نہیں کہی جاتی تھی۔

نبی علیہ السلام نے قرآن مجید کو اپنی زندگی میں یکجا نہیں کیا تھا بلکہ صحابہ کرام قرآن مجید کو جمع کرنے پر متردد ہوئے اور یہی دلیل وہاں پیش کی گئی کہ یہ کام خود آپؐ نے نہیں فرمایا۔ بعد ازاں صحابہ کرام کے اتفاق سے قرآن مجید کو یکجا کیا گیا۔

تراویح کی نماز کا باضابطہ آغاز حضرت عمر نے فرمایا اور سب کو ایک امام کے تحت مسجد نبوی میں جمع کیا۔

اس طرح کے سبھی امور سبیل المومنیں کے اصل اصول کی بنیاد پر کبھی اجماع سے کبھی خلفاءراشدین کے جاری کرنے اور امت کا اسے قبول کرلینے سے ثابت ہوتے ہیں۔

امام مسلم کتاب الحدود کے باب خمر میں حضرت علی کا قول لائے ہیں: فرماتے ہیں 'نبی ﷺ نے چالیس کوڑے لگائے ، ابو بکرؓ نے بھی چالیس لگائے، عمرؓ نے اسی کوڑے لگائے۔ یہ سب ہی مسنون ہیں۔ اور مجھے اس وقت یہ والی (کوڑوں کی تعداد) مناسب لگتی ہے۔

یہاں حضرت علی خلفاءراشدین کی ہر دو طرح کی رائے کو سنت کہہ رہے ہیں۔

**دوسرا شبہہ:** حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ کہنا کہ الأَذانُ الأَوَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدْعَةٌ 'جمعہ کے روز پہلی اذان (جو آج کل کہی جاتی ہے) بدعت ہے۔'

**اس اثر کی تخریج کے لیے ملاحظہ فرمائیں آرٹیکل** ' الذب عن الخليفة الراشد عثمان'

**خلاصہ یہ ہے کہ ھشام حضرت نافع کے بلند پایا شاگردوں سے الگ یہ اثر روایت کر رہے ہیں۔ حضرت نافع کے بہت شاگرد ہوئے۔ ان کی اپنی اولاد اور مدینے کے رہنے والے بہت ہی بلند پایہ اصحاب حدیث۔ مدینے میں مستقل رہنے والے اصحاب حدیث جو حضرت نافع کے شاگرد ہوئے ان میں سے کسی نے یہ اثر نقل نہیں کیا ہے۔**

مذکورہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں دو طرح سے وارد ہوئی ہے۔ دوسری جگہ الفاظ ہیں: ھشام بن غاز نے نافع جو ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے سے پوچھا 'الأَذانُ الأَوَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدْعَةٌ؟ کیا جمعہ کے روز پہلی اذان نئی ہے۔ حضرت نافع نے فرمایا: ابن عمر کہتے تھے ہاں (نئی ہے۔) (کتاب الجمعہ الاذان یوم الجمعہ ص ۵۳۶۳)

یہاں صرف یہ پوچھا گیا ہے کہ کیا پہلی اذان نئی ہے یا نبی علیہ السلام بھی 'زوراء' میں اسی طرح اذان دلواتے تھے۔ تو اس پر نافع نے اپنے استاد کی فراہم کی گئی معلومات کی روشنی میں کہا کہ وہ کہتے تھے 'ہاں' یہ عمدہ کام بعد میں ہوا ہے۔

اگر صحابہ یا تابعین کرام اسے مذموم بدعت کہتے تو سائل یوں پوچھتا کہ لوگوں میں یہ بات عام ہے کہ یہ پہلی اذان دین میں اضافہ ہے۔ جبکہ یہاں صرف اذان کا زمانہ دریافت کرنا مطلوب ہے نہ کہ اس اذان پر شرعی ضابطہ فوجداری کا اطلاق کرنا۔

عمر بن خطاب کے گھرانے میں جب شریعت میں پہلے سے موجود ایک عبادت کی تنظیم کی جاتی اور اُس پر مہاجرین و انصار صحابہ اتفاق کر لیتے تو حضرت عمرؓ خوشی سے کہتے نعمت البدعة

ھذہ (کیا ہی خوب صورت کام ہوا ہے)۔ عبداللہ بن عمر کا یہ اثر اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو وہ تعریف کے معنی میں ہے تنقید کے معنی میں نہیں۔

اگر کہا جائے کہ بخاری کی شرح میں جو ابن رجبؒ نے کہا ہے کہ 'ابن عمر کے یہ الفاظ یا تو اُس معنی میں ہیں جس معنی میں اُن کے والد بدعت کا لفظ استعمال کرتے تھے یا ابن عمر یہاں پہلی اذان کو ناپسندیدگی کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن رجبؒ نے خود سے اس اثر پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ (مرتب)

ابن رجب کے قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عمرؓ کے گھرانے میں بدعت کا لفظ تعریف کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

اس اثر کے صحیح ہونے کی صورت میں حافظ ابن رجب بخاری کی شرح 'الفتح' میں خود ہی دو امکانات بتا رہے ہیں ۔ جہاں دو باتیں ایک ساتھ موجود ہوں یعنی تعریف بھی اور تنقید بھی تو کسی تیسرے ضابطے سے معنی متعین ہو گا۔

تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اذان میں مذموم اضافہ کرنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ سنن ابو داوٗد میں ابن عمر کا رویہ اس مسئلے میں یوں بیان ہوا ہے:

عن مجاھد قال کنت مع ابن عمر فثوب رجل في الظھر أو العصر قال اخرج بنا فإن ھذہ بدعة 'مجاہد کہتے ہیں میں ابن عمر کے ہمراہ تھا جب اذان ظہر یا اذان عصر میں ایک شخص نے اذان میں 'تثویب' کی۔ فرمایا (ابن عمر نے) اٹھو یہاں سے یہ بدعت کا کام ہوا ہے۔ ابو داوٗد کی شرح عون المعبود میں شیخ عظیم آبادی فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کے نزدیک تثویب سے مراد ہے: 'فجر کی اذان میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہنا'۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عمر عثمان بن عفان کی نہ صرف فقاہت کے قائل تھے بلکہ اپنے فتویٰ سے اُس وقت رجوع کر لیتے جب عثمان بن عفان کا فتویٰ سن لیتے۔ نحاسؒ کی کتاب 'الناسخ والمنسوخ' میں مذکور ہے کہ ابن عمر نے عدت کے مسئلے میں اپنے فتوے سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: عُثمانُ خَیرُنا وَ أعلَمُنا 'عثمان ہم سے بہت بہتر ہیں اور ہم سے کہیں بڑھ کر علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ (حدیث 139 اور ابن ابی شیبہ حدیث 14905 کتاب الطلاق)

**تیسرا شبہہ:** حضرت عثمان سفر میں نماز میں تخفیف نہیں کرتے تھے۔ اگر حضرت عثمان کا اذان والا اجتہاد روا ہے تو پھر نماز میں قصر کو بھی قبول نہ کریں۔

سفر میں نماز میں تخفیف کرنا اور نہ کرنا دونوں صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہیں۔ جمہور صحابہ تخفیف کے قائل تھے۔ صحابہ کے درمیان یہ مسئلہ پیش بھی ہوا تو انہوں نے اس پر نزاع پیدا کرنے کو شر پھیلانے سے تعبیر کیا۔ اس پر بحث سے گریز کیا۔ جمہور ائمہ نے سفر میں صحابہ کی بڑی تعداد جو قصر کرتی تھی اسے لیا ہے جبکہ سفر میں اتمام (پوری نماز) کو مذموم کسی نے بھی نہیں کہا۔

علاوہ ازیں یہ عثمانؓ کے حق میں دلیل ثابت ہوئی کہ جس مسئلے پر اتفاق تھا وہ تو جوں کا توں چلا اور جس پر صحابہ کے درمیان دو رائیں پائی گئیں وہاں جمہور صحابہ کا مذہب زیادہ چلا۔

29 ھجری میں حج کے دنوں میں حضرت عبد الرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کا نماز پوری پڑھنے پر مواخذہ کیا۔ حضرت عثمان نے انہیں اطمنان دلایا۔ ابن عوف وہاں سے عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئے۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ بات چیت کا تذکرہ ہوا۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: 'الخلاف شرٌّ' (اختلاف میں شر ہے) مزید فرمایا کہ مجھے چار رکعت ادا کرنے کی خبر پہنچی ہے۔ میں نے مع اپنے اصحاب کے چار ہی رکعتیں پڑھی تھیں۔

عبد الرحمن ابن عوفؓ نے فرمایا: 'میں نے ساتھیوں کے ساتھ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ مجھے بھی معلوم تھا کہ عثمان نے چار پڑھی ہیں۔ آئندہ سے میں بھی یہی کروں گا جو آپ نے کیا ہے۔' یعنی عثمان کے ساتھ چار رکعتیں پڑھوں گا۔ (تاریخ طبری حدیث نمبر 1380)

یہ اثر گو ان الفاظ کے ساتھ تاریخ طبری میں مذکور ہوا ہے اور احادیث مبارکہ کے چھان پھٹک کے سخت معیار پر پورا نہ بھی اترتا ہو لیکن معنی کے لحاظ سے یہ صحیح ہے۔ اہل علم نے اس سے استدلال کیا ہے۔ اور اس کی اصل ابو داؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔

سنن ابی داؤد میں کتاب المناسک کے باب 'منیٰ میں نماز' حدیث نمبر 1688 میں اس طرح کا واقعہ مذکور ہوا ہے اور اس میں عبد اللہ بن مسعود کے یہ الفاظ من و عن موجود ہیں کہ ''الخلافُ شرٌّ''

سفر میں نماز قصر میں حضرت عثمان کے ساتھ صحابہ نے گفتگو کی تھی۔ پھر فقہاء صحابہ نے اس موضوع پر الگ سے بھی بات کی اور کسی نہ کسی نتیجے پر باہمی مشاورت سے پہنچ گئے۔ عبد اللہ بن عمر اگر فی الواقع تیسری اذان پر تحفظات رکھتے تھے تو وہ یقیناً اسے حضرت عثمان یہ کسی اور صاحب الرائے صحابی کے ساتھ زیر بحث لاتے۔ جب ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو یہ ایسا

واقعہ جس میں حضرت عثمان کے فعل پر تنقید ہو یا تو منکر درجے کا ہے یا پھر بدعت سے مراد وہی ہے جو عمر کے گھرانے میں رائج تھی۔

یہ کہنا نہایت بے ادبی کی بات ہوگی کہ حضرت عثمان خلیفہ تھے تو اِس وجہ سے اُن سے خاص رعایت برتی گئی۔ اوپر عبد الرحمن ابن عوفؓ کا واقعہ گزر چکا ہے۔

ایسا بھی نہیں کہ صحابہ کرام ہر قسم کے خلاف سے بچتے تھے۔ صحابہ کرام بدعت کا سختی سے نوٹس لیتے تھے۔ مانعین زکوٰۃ کا واقعہ معلوم و معروف ہے کہ جس میں اہل قبلہ کے ساتھ پہلی مرتبہ قتال کیا گیا۔ ابن عمر ظہر یا عصر میں اذان میں اضافی الفاظ کی وجہ سے مسجد سے یہ کہہ کر نکل پڑتے ہیں کہ یہ بدعت کا کام ہوا ہے۔ مروان بن حکم مدینے کے گورنر تھے۔ جب عید نماز کے لیے وہ منبر لائے اور نماز سے پہلے خطبہ عید کے لیے ممبر پر جانے لگے تو حضرت ابو سعید خدری اُن کا رخ مصلے کی طرف کرتے کہ پہلے نماز پڑھائیں اور ممبر پر چڑھ کر عید کا خطبہ دینا بھی مسنون نہیں۔

صحیح مسلم میں کتاب عیدین حدیث نمبر 1519 میں یوں مذکور ہوا ہے: ''أين الابتداء بالصلاة ؟ فقال : لا ، يا أبا سعيد قد ترك ما تعلم ، قلت : كلا'' (نماز سے پہل کرنا کہاں جائے گا۔ مروان نے کہا: نہیں جناب ابو سعید صاحب جو آپ جانتے ہیں وہ موقوف ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: ہرگز موقوف نہ ہو گا۔)

صحابہ کرام ہی اس بات کو جاننے والے تھے کہ کون سا اجتہاد کس درجے کا ہے۔ نیز اُن کا یہ طریقہ بھی نہ تھا کہ جدید مسائل کو اہل حل و العقد صحابہ کے درمیان ریکارڈ پر لائے بغیر معاذ اللہ لوگوں میں پروپگنڈہ شروع کر دیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں حضرت عثمان کے سیاسی امور میں بہت سی باتوں میں اپنے اجتہاد سے کام لیا۔ ابن تیمیہ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے جو ان کی کتاب منہاج سے ماخوذ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمان کے گورنروں کو تبدیل کیا۔ معاویہؓ کے ساتھ تو انہیں باقاعدہ مہم جوئی کرنا پڑی جنھیں حضرت عثمان نے ہی گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے باوجود کہ حضرت علی کو ان امور میں سختی سے کام لینا پڑا انہوں نے اذان عثمانی کو ختم نہیں کیا حالانکہ معاویہؓ کے ساتھ بر سر پیکار ہونے کی نسبت یہ کام آسان تھا۔ اگر یہ کہا جائے بقول ابن تیمیہ کہ لوگوں کو اس

بات سے نہیں ہٹایا جا سکتا تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ یہی تو عثمان کے حق میں دلیل ہے کہ مسلمان اس اذان کے اجراء پر راضی تھے۔

اس سلسلے میں ایک روایت تفسیر قرطبی سے لائی جاتی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں ایک اذان پر اکتفاء کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت سرے سے 'مسند' ہے ہی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: 'اتحاف أهل الإيمان بإجماع العلماء على سنية الأذان الأول' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اگر اس غیر مسند روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ میں ایک اذان کافی سمجھی گئی۔ اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ اذان عثمانی بدعت تھی۔

معاصر علماء میں سے بھی جن اصحاب نے ایک اذان کی تجویز دی ہے جیسے شیخ البانی تو یہ سبھی علماء اس وجہ سے تھوڑی یہ بات کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سے بدعت سرزد ہوئی تھی بلکہ ان علماء کرام کا اتنا کہنا ہے کہ اب وہ سبب نہیں رہا جو اُس وقت حضرت عثمان کے وقت ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا۔

دراصل یہی بات درست ہے کہ حضرت عثمان کی مخالفت کسی ایک صحابی سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت نہیں ہے بہ شمول قرطبی میں درج غیر مسند روایت کے۔ خلاصہ جس کا امام ابن تیمیہ نے 'منہاج' میں یوں پیش کیا ہے: (فالجواب أن علياً –رضي الله عنه– كان ممن يوافق على ذلك في حياة عثمان وبعد مقتله، ولهذا لما صار خليفة لم يأمر بإزالة هذا الأذان). (جلد 6 ص 290). (رافضیوں کے رد میں کہتے ہیں) کہ اس کا جواب یہ ہے کہ علیؓ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھے جو (اس مسئلہ میں عثمان کی) موافقت پر تھے اور اُن کی شہادت کے بعد بھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب علیؓ خلیفہ ہوئے تو اِس اذان کے موقوف کرنے کا امر جاری نہیں فرمایا۔

اوپر ہم نے 'منہاج' ہی سے اس کی کچھ تفصیل بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ نے بہر حال حضرت عثمان کے بہت سے گورنروں کو تبدیل کیا اور بعض سے تو انہیں جنگ بھی کرنا پڑی۔ اور امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں اذان عثمانی (اگر حضرت علیؓ مسنون نہ سمجھتے) کا موقوف کرنا بہت سے دوسرے مشکل فیصلوں کی نسبت ان کے لیے آسان ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

(منہاج، جلد 6 ص 290)

**چوتھا شبہہ:** سنیوں کے بہت ہی جید اہل علم اس عمل کو بدعت کہہ گئے ہیں جیسے عبد اللہ بن عمر، عطاء بن ابی رباح، امام شافعی، احمد شاکر، شوکانی، امیر صنعانی، شیخ مقبل، شیخ البانی اور ہندوستان کے شیخ مبارک پوری۔

یہ نام مبالغے کے ساتھ شیعہ پیش کرتے ہیں۔ سنی علماء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس عمل کو بدعت نہیں کہا ہے۔ ہاں سنی علماء تیسری اذان کے وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مذکورہ علماء کے ہاں تیسری اذان کا سبب مذکور ہوا ہے۔ جہاں ان علماء کرام نے سبب کو مفقود پایا ہے وہاں دو اذانوں پر اکتفاء کرنے کی رائے دی ہے۔ اذان عثمانی کو بدعت متقدمین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا ہے۔

جہاں تک امیر صنعانی، شیخ مقبل اور شیخ مبارک پوری کا تعلق ہے تو بلا شبہہ یہ بلند پایہ علماء کرام ہیں۔ لیکن ان علماء کرام کی رائے اگر ایسی ہی شدید ہے تو اسے شاذ (نادر) سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عمل صدیوں پہلے ہوا خیر القرون میں۔ اُس وقت ہمیں ایسی بات نہیں ملتی بلکہ اُس کے مسنوں ہونے پر اہل علم کے ہاں اتفاق پایا گیا ہے۔ بنابریں اس مسئلے میں سلف صالحین کی رائے ہی معتبر ہو گی اور متاخر علماء کی رائے کو معتبر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

ہمارے اس مضمون کا بنیادی انحصار ابن تیمیہؒ کی کتاب 'المنہاج' پر ہے۔ درج ذیل مضامین سے مدد لی گئی ہے:

* 'اتحاف أهل الإيمان بإجماع العلماء على سنية الأذان الأول' - از شیخ عرفات بن حسن المحمدی

http://www.m-sobolalhoda.net/salafi/showthread.php?t=46

* إجماع الصحابة والعلماء ومن بعدهم على مشروعية أذان الخليفة الراشد عثمان رضي الله عنه والذي يطعن فيه إنما يطعن في الصحابة وعلماء الأمة از بشیر بن سلۃ الجزائری:

http://www.sahab.net/forums/index.php?showtopic=139820

* معنى أثر ابن عمر رضي الله عنهما "الأذان الأول يوم الجمعة بدعة" از عبداللہ بادحدح

http://www.sahab.net/forums/index.php?showtopic=130471

* 'الذب عن الخليفة الراشد عثمان' از شیخ ربیع المدخلی

http://www.sahab.net/forums/?showtopic=137186